تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3　　اکتوبر 2013ء　　شمارہ نمبر : 10

قال اللہ تعالیٰ

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ فِیۡهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِیۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (سورۃ آل عمران:۹۷-۹۸)

ترجمہ: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکّہ میں ہے، برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے (مرکزِ) ہدایت ہے۔ اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں (یعنی) ابراہیم کا مقام۔ اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں۔ (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو انکار کر دے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مخنف بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے (وہاں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صاحب استطاعت گھر پر ہر سال قربانی فرض ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الضحایا)

کلام الامام

اور اصل روح کی قربانی ہے اے دانشمندو! اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لئے مثل سایوں اور آثار کے ہیں۔ پس اس حقیقت کو سمجھ لو اور تم صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد یہ حق رکھتے ہو اور اس بات کے اہل ہو کہ اس حقیقت کو سمجھو! اور تم ان میں سے آخری گروہ ہو جو خدا کے فضل اور رحمت سے اس کے ساتھ شامل کئے گئے ہو اور زمانوں کا سلسلہ جنابِ الٰہی سے ہمارے زمانہ پر ختم ہو گیا ہے جیسا کہ اسلام کے مہینے قربانی کے مہینہ پر ختم ہو گئے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 16 خطبہ الہامیہ صفحہ 68-69)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

عہدِ بیعت کا خلاصہ کیا ہے؟ شرک سے اجتناب کرنا، جھوٹ سے بچنا، لڑائی جھگڑوں اور ظلم سے بچنا، خیانت سے بچنا، فساد اور بغاوت سے بچنا، نفسانی جوش کو دبانا، پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی کرنا، تہجّد کی ادائیگی کی طرف توجہ دینا، تسبیح تحمید کرنا، تنگی اور آسائش ہر حالت میں خدا تعالیٰ سے وفا کرنا، قرآنِ شریف کے احکامات پر عمل کرنا، تکبر نخوت سے پرہیز کرنا، عاجزی اور خوش خلقی کا اظہار کرنا، ہمدردی خلق کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اندر پیدا کرنا اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر ڈالنا۔ یہ ہے خلاصہ شرائطِ بیعت کا۔ پس اگر غور کریں تو یہ باتیں ایک انسان میں تقویٰ میں ترقی کا باعث بنتی ہیں اور یہ کم از کم معیار ہے جس کی ایک احمدی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توقع فرمائی ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 22 اکتوبر 2010)

ایڈیٹر : مقصود الحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی　　مینیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون: 020 8877 5510　فیکس: 020 8877 9987
ای میل: ticassociation@gmail.com

تقریبِ بہرِ ملاقات

آج کے اس پروگرام کی Host برطانیہ میں تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی ایسوسی ایشن شکریہ کی مستحق ہے، جس نے جلسہ سالانہ برطانیہ کی گوناں گوں مصروفیات میں کالج کے سابق طلبہ کے لئے باہم مل بیٹھنے اور پرانی یادوں کو تازہ کرنے کا نادر موقع فراہم کیا ہے۔

جرمنی کو اس لحاظ سے pioneer ہونے کا اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی ایسوسی ایشن کا قیام وہاں عمل میں آیا جس کے قیام میں مکرم عرفان احمد

خان صاحب کی کوششیں قابل قدر ہیں۔

ایک اور بات جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر نادار طلبہ کی تعلیم کیلئے کالج کے سابق طالب علموں کو خدا کے فضل سے مالی

قربانی کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کارِ خیر میں شمولیت شکر کے ان جذبات کی وجہ سے بھی ہے جو ہم نے اس کالج سے پایا۔

یہ تھا ان الفاظ کا خلاصہ جن کا اظہار مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب نے تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کے اجلاس میں کیا جس کا انعقاد جلسہ سالانہ برطانیہ (2013) کے دوسرے روز دوپہر کے کھانے کے وقفہ میں ہوا۔

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب (صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ) نے اس کے بعد فرمایا کہ آج کی اس مجلس میں بات کالج کے اساتذہ سے چلی ہے، چنانچہ میں کالج کے ایک اور استاد مکرم محمد اسلم شاد (منگلا) صاحب کو اظہار خیال کی دعوت دیتا ہوں۔

مکرم محمد اسلم منگلا صاحب نے اپنی خوشگوار یادوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہیں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں خدا کے فضل سے 15 سال خدمت کی توفیق ملی، کالج اپنے گھر کی طرح لگتا تھا۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب باسکٹ بال کے انچارج تھے، آپ مجھے بھی باسکٹ بال میں لے آئے۔ خدا کے فضل سے ہمارے طلبہ نے کالج کا نام صرف تعلیمی میدان میں ہی

روشن نہیں کیا بلکہ کھیل کے میدان میں بھی بہت بلند مقام حاصل کیا اور ہمارے کالج کے کھلاڑی نیشنل لیول تک پہنچے اور پاکستان کی نیشنل ٹیم کا حصہ بنے۔

مکرم آصف علی پرویز صاحب (جو کالج کے سابق طالب علم بھی رہے ہیں اور کالج کے سابق استاد بھی) نے کہا کہ صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ UK سے المنار کا E گزٹ

ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے، جن دوستوں کو نہیں مل رہا وہ اپنا ای میل ایڈریس دے دیں، انہیں انشاءاللہ بھجوا دیا جائے گا۔

اس کے بعد مہمانوں میں سے مکرم زرتشت منیر احمد صاحب (امیر ناروے) نے کالج کی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ تعلیم الاسلام کالج کا ہم پر بڑا احسان ہے، ہم نے زندگی کے اطوار یہیں سے سیکھے۔ کالج کے اساتذہ کا بھی بڑا احسان ہے کہ انہوں نے جو سکھایا زندگی بھر کام آیا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب تھرڈ ائیر میں ہمارے انگلش کے استاد تھے، آپ وقت کی پابندی اسقدر کرواتے تھے کہ کلاس کے طلبہ پیریڈ miss تو کر سکتے تھے مگر کلاس میں آنے میں تاخیر نہیں کیا کرتے تھے۔ تمام تر سستیوں کے باوجود آج مجھ میں اگر وقت کی کسی قدر پابندی پائی جاتی ہے تو اسی بدولت ہے۔

مہمانوں میں سے مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب (سابق امام مسجد فضل، لنڈن) نے ذکر کیا کہ تعلیم الاسلام کالج میں ایک پٹھان پہرے دار ناصر خان ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے ٹک شاپ سے چائے پیتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ٹک شاپ پر پیسے ضائع نہ کیا کرو، چائے میں تمہیں بنا دیا کروں گا۔ ایک دن پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے ناصر خان سے

پوچھا کہ پلیٹ ہاتھ میں اٹھائے ہوئے کدھر جا رہے ہو؟ ناصر خان نے کہا کہ میں ہر روز چائے اور بغیر گھی کے پراٹھے بنا کر بشیر رفیق کو دیتا ہوں۔ آج میز پر بغیر گوشت کے پلاؤ دیکھ کر مجھے بغیر گھی کے پراٹھوں کا وہ واقعہ یاد آ گیا جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب ہمارے کلاس فیلو ہیں، انہیں بھی کالج کا وہ زمانہ خوب یاد ہوگا۔ پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی قیادت میں کالج بہت عمدگی سے چل رہا تھا، تعلیمی معیار اور کالج کا ڈسپلن کمال درجے کا تھا۔ مشہور انشاء پرداز ڈاکٹر وقار عظیم صاحب اورئینٹل کالج میں استاد تھے۔ اردو سوسائٹی کے صدر کی حیثیت سے میں ان کے پاس حاضر ہوا اور انہیں تعلیم الاسلام کالج میں آنے کی دعوت دی۔ کہنے لگے کہ میں نے تو فیصلہ کر لیا ہوا ہے کہ اب کسی کالج میں نہ جاؤں گا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ مختلف کالجوں میں جانے سے معلوم ہوا ہے کہ کالجوں کے لڑکے تمیز سے عاری اور غیر سنجیدہ ہوتے ہیں، بات اچھی طرح سنتے نہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ہمارے ہاں ایسا نہیں۔ کہنے لگے آپ کے کالج کا ماحول کتنا بھی اچھا ہو گورنمنٹ کالج سے اچھا تو نہیں ہو سکتا۔ مختصراً یہ کہ میں نے انہیں تعلیم الاسلام کالج میں

آنے پر راضی کرلیا۔وہ آئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی صدارت میں اجلاس ہوا۔کالج کا ہال بھرا ہونے کے باوجود مکمل خاموشی تھی۔ بلکہ اس تقریب کے دوران کچھ دیر کے لئے بجلی بھی چلی گئی تھی مگر پھر بھی مکمل خاموشی رہی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ ایسا کالج دیکھا ہے، جو پرنسپل کی نظروں سے رہنمائی لیتا اور اسقدر ڈسپلن کے ساتھ چلتا ہے۔ایک بات کا قلق ہے کہ کالج کے سابق طلبہ کے ساتھ Old کا جو لاحقہ لگا دیا جاتا ہے، یہ اچھا نہیں لگتا، ہم تو اپنے آپ کو اب بھی جوان سمجھتے ہیں۔اس لئے جب اولڈ کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو دکھ ہوتا ہے۔

اسپر مکرم ومحترم چوہدری حمیداللہ صاحب نے فرمایا کہ Old کے حوالے سے ایک تازہ واقعہ یاد آ گیا ہے۔چند دن قبل چیک اپ کے لئے فضل عمر ہسپتال گیا تو وہاں ایک معمر صاحب جن پر ہر لحاظ سے بڑھاپا طاری تھا، ملے۔کہنے لگے کہ میں آپ کا سٹوڈنٹ ہوں۔اب تو Old کا لفظ ہم پر ہی نہیں ہمارے شاگردوں پر بھی اطلاق پانے لگ گیا ہے۔

مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب نے فرمایا کہ 2 باتیں مختصراً بتا دیتا ہوں۔1972 میں جب تعلیم الاسلام کالج نیشنلائزڈ ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کالج کے واقف زندگی اساتذہ کو نیو کیمپس میں بلایا اور فرمایا کہ کالج کے نیشلائزڈ ہونے سے گھبرانا نہیں۔اصل چیز کالج کی روایات ہیں، اگر کالج میں ہماری روایات برقرار رہیں تو یہی سمجھنا کہ کالج ہمارے پاس ہے اور میں کالج کے واقف زندگی اساتذہ کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں کہ کالج کی روایات قائم رہیں۔کالج کے واقف زندگی اساتذہ اور سابق طلبہ نے خدا کے فضل سے کالج کی ان روایات کو کسی نہ کسی رنگ میں زندہ رکھا ہوا ہے اور زندہ رکھنا چاہیئے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ کالج کی کانووکیشن پر (چیف جسٹس) ایم آر کیانی صاحب کو مدعو کیا گیا تھا۔اس وقت کالج کا ہال تعمیر ہو گیا تھا مگر ابھی وائرنگ وغیرہ ہو رہی تھی، ہال میں بجلی کی ایک تار لٹکی ہوئی تھی جسپر چند بلب لگے ہوئے تھے، روشنی کا بس یہی انتظام تھا اُسوقت۔انتظامات کے جائزہ کے وقت سب اساتذہ نے کہا کہ یہ تار اتروا دینی چاہیئے، اچھی نہیں لگتی۔پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تعمیر کی جس سٹیج سے گزر رہے ہیں، اسے چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر وائرنگ کا کام مکمل نہیں ہوا اور تار لٹکانی پڑی ہے تو کیا ہوا؟ چنانچہ اسی لٹکی ہوئی تار پر لگے ہوئے بلبوں کی روشنی میں کانووکیشن منعقد ہوئی۔

ربوہ کے رہنے والوں کے لئے ایک دکھ کا پہلو ہے کہ کالج کا حال ٹھیک نہیں۔30 سال ہو گئے ہم تو کبھی کالج کی چار دیواری کے اندر گئے بھی نہیں۔وہاں سے گزرتے ہوئے اور لوگوں سے سن کر کافی تکلیف ہوتی ہے اور بنی اسرائیل کے ایک نبی کا واقعہ جو قرآن مجید میں ملتا ہے، یاد آ جاتا ہے کہ اے اللہ یہ بستی کب آباد ہوگی!

عطاء المجیب راشد صاحب نے کہا، مکرم چوہدری صاحب نے آخر میں کالج کی جو یاد دلائی ہے اس نے دل میں غم کا ایک پہلو پیدا کر دیا ہے۔ہم سب کی دعا اور کوشش ہونی چاہیے اور یہ بات ذہن میں حاضر رہنی چاہیئے کہ ہمارا یہ کالج اللہ کے فضل سے ہمیں واپس ملے گا اور کالج کی وہ ساری روایات از سرنو زندہ ہوں گی اور کالج کا بلند نام جو ملک اور ساری دنیا میں پیدا ہوا تھا، وہ زریں دَور اللہ کے فضل سے دوبارہ آئے گا۔ان شاء اللہ

مہمانوں میں سے مکرم مبارک احمد صاحب (کینیڈا) نے کالج کی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ میں خدا کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج قادیان کے طلبہ کے اس پہلے گروپ میں شامل ہوں جنہوں نے 1948 میں گریجویشن کی۔اُس وقت کے میرے ساتھیوں میں مکرم رانا محمد خان صاحب اور مکرم احسان الحق صاحب (جج) وغیرہ شامل ہیں اور ان میں سے اکثر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

مجھے پارٹیشن کے بعد لاہور میں وہ بلڈنگ بھی یاد ہے جو گھوڑوں کے اصطبل کے طور پر استعمال ہو رہی تھی جہاں کالج کا از سرنو آغاز ہوا تھا، پرنسپل صاحب چارپائی پر بیٹھ کر اپنا دفتر لگاتے تھے اور اساتذہ اور طلبہ صفوں پر بیٹھا کرتے تھے اور سردیوں میں ہم کھیس کی بُکّل مار کر پڑھا کرتے تھے۔

مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ میں ابھی فورتھ ائیر کا طالب علم تھا کہ پرنسپل صاحب کے ارشاد پر مکرم میاں عطاء الرحمن صاحب کے ساتھ مل کر ایف سی کالج کے فرسٹ ائیر کے طلبہ کو پریکٹیکل کرایا کرتا تھا۔

پارٹیشن کے بعد کا ایک واقعہ ہے کہ مہاجر طلبہ کو گرم کوٹ کا کپڑا مفت دیئے جانے کا اعلان اخبار میں شائع ہوا۔چنانچہ ہم چند لڑکے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے پاس گئے اور وہ اعلان دکھایا۔اعلان کی تفصیل پڑھی تو یہ CARE (ایک عیسائی تنظیم) کی طرف سے تھا اور نیچے ایڈریس YMCA کا لکھا ہوا تھا۔آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، فرمایا ہم عیسائیوں سے لیں؟ یہ بھیس بدل کر ہمیں ورغلانا چاہتے ہیں۔ہم دینے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، نہ کہ لینے کے لئے!

اس مجلس کے اختتام پر (صدر ایسوسی ایشن) مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے فرمایا کہ لنڈن سے المنار رسالہ کا اجراء ہو چکا ہوا ہے۔جرمنی، امریکہ اور کینیڈا نے بھی شروع کیا ہے۔مختلف ملکوں سے آئے ہوئے بعض مہمانوں نے کالج کی جو یادیں بیان کی ہیں، ان سے ہمارے ذہنوں میں ایک روشنی پیدا ہوئی ہے اور کالج سے وابستہ کچھ اور یادیں بھی ابھری ہیں، ان سے درخواست ہے کہ ان یادوں کو لکھ کر بھجوائیں انہیں المنار کے صفحات میں شامل کیا جائے گا۔ان منتشر یادوں کو اکٹھا کرنے کے لئے المنار کے صفحات حاضر ہیں۔

تقریب کے اختتام پر باہر گروپ فوٹو کا انتظام ہے مگر اس سے قبل دعا ہوگی۔اللہ تعالیٰ اس مجلس کو بہت بابرکت کرے اور ہمیں کالج کی روایات کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب سے درخواست ہے کہ دعا کرا دیں۔آج کی اس مجلس کے انعقاد کے لئے مکرم ناصر جاوید خان صاحب اور مکرم رانا عبدالرزّاق صاحب کی ٹیم نے بہت محنت سے کام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی زندہ یادیں 1960-62

(انجینئر محمود مجیب اصغر-ربوہ)

امسال2013ء میں خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر یہ فضل بھی فرمایا کہ جرمنی اور برطانیہ کے جلسہ ہائے سالانہ میں شمولیت کی توفیق ملی اور دونوں مواقع پر تعلیم الاسلام کالج کے پرانے طلبہ کے اجلاسات میں شمولیت کا موقع ملا۔جس سے اپنے اس دور کی کئی یادیں ذہن میں اُبھریں جو تعلیم الاسلام کالج کے اُس پاکیزہ علمی ماحول سے وابستہ ہیں۔جس سے اس عاجز نے ایف ایس سی (پری انجینئرنگ) کے دو سالوں 1960-62ء کے دوران لطف اٹھایا۔اس کے پس منظر میں اس عاجز کو حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دُعائیں اور نافلہ موعود حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج اور اُن کے ساتھی اساتذہ کی محنت،محبت اور شخصیت نظر آتی ہیں۔اُس زمانے میں جو تاثر ٹی آئی کالج کا عام لوگوں کے دلوں میں تھا اس کی ایک مثال اس عاجز کے ذہن میں اب تک محفوظ ہے۔اس عاجز کے والدین اور آباء واجداد کا تعلق حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے مولد و مسکن بھیرہ سے ہے اور وہیں (گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ ضلع سرگودھا سے) اس عاجز نے 1960 میں میٹرک کیا۔ہمارے قریب ترین گورنمنٹ کالج سرگودھا تھا اور اس سے آگے تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ایک احمدی ہونے کے ناطے بہت شروع سے ارادہ ربوہ داخل ہونے کا تھا۔اس عاجز کے ایک قریبی غیر احمدی دوست (ملک مسعود اختر صاحب جو بعد میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایس سی کر کے فوج میں کمیشن حاصل کرنے کے بعد بالآخر کرنل ریٹائر ہوئے) ٹی آئی کالج ربوہ داخل ہونے کے لئے آمادہ ہوئے۔اُن کے والد صاحب اس عاجز کے والد صاحب مرحوم کے دوست تھے۔وہ اسے مشورہ کیلئے سید پیر کرم شاہ صاحب کے پاس لے گئے۔پیر صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ کا بیٹا بہت لائق ہے۔اسے ربوہ داخل نہ کروائیں۔سرگودھا یا لاہور کروادیں کیونکہ جب یہ اچھے نمبر لے گا تو احمدی کہیں گے کہ ہمارے خلیفہ کی دُعا سے ایسا ہوا ہے۔بہر حال انہوں نے تو تعصب کا اظہار کر دیا لیکن جب مشورہ کے بعد باپ بیٹا باہر آئے تو باپ نے کہا کہ بیٹا! اب تو پیر صاحب نے بھی ٹی آئی کالج میں داخلہ لینے سے منع کر دیا ہے۔اس لئے اب تم چاہو تو سرگودھا داخلہ لے لو اور چاہو تو گورنمنٹ کالج لاہور میں۔لیکن Image اس عاجز کے غیر احمدی دوست کے ذہن میں ٹی آئی کالج کا بنا ہوا تھا۔اس کی بنا پر اس نے اپنے والد صاحب کو کہا کہ وہ پیر ہوں گے آپ کے، میں نے تو اسی کالج میں داخلہ لینا ہے جہاں میرا دوست (یہ عاجز) داخلہ لے رہا ہے۔چنانچہ انہوں نے ٹی آئی کالج ربوہ میں داخلہ لیا اور وہاں سے بی ایس سی فرسٹ کلاس میں کی اور پھر لاہور پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی۔ٹی آئی کالج کی اس نیک نامی اور اعلیٰ معیار کی وجہ سے ہمارے ساتھ کئی غیر احمدی بلکہ غیر ملکی طلباء بھی پڑھتے تھے۔بعض پاکستانی ایئر فورس کے سکولوں کے پڑھے ہوئے اور انگلش میڈیم سکولوں سے میٹرک کر کے بھی ہمارے ساتھ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل ہوئے اور بعد میں انہوں نے اعلیٰ مقام حاصل کیے۔

جو کچھ اس عاجز نے محسوس کیا وہ یہی ہے کہ باقی کالجوں میں بھی پڑھائی کے معیار اچھے تھے لیکن جو تعلیم کی روح ہے کہ اس کے ساتھ کردار بھی ہو وہ ماحول صرف تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہی میسر تھا۔وہاں صرف نصابی پڑھائی ہی نہیں تھی بلکہ Building and Definement of Character بھی تھا۔ایسا پاکیزہ تعلیمی ماحول کہیں اور نہیں نظر آیا۔اس کالج میں ایسی تعلیم تھی کہ Career بھی بنتا تھا اور Character بھی اور آگے یونیورسٹی لیول پر اور عملی زندگی میں اپنی ذات پر اور دوسروں پر ایک گہرا اثر نظر آتا ہے اُس وقت کالج اور ربوہ کے ماحول کو جب قرآن پر عرض کرتے ہیں تو اس کی مثال اس بستی کی طرح لگتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ○

جس کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:(سبا کا مرکز) ایک بہت اچھا شہر تھا۔اور (اس شہر کا) ایک بہت بخشنے والا ربّ تھا۔

ہمارے پرنسپل اور پروفیسروں کے روشن اور نورانی چہرے تھے گویا خدا کے فرشتے انسانوں کی شکل میں پھر رہے ہوں۔محنت سے پڑھانے والے،طالب علموں کے ماں باپ کی طرح ہمدرد اور خیر خواہ اور ان کے لئے دعائیں کرنے والے اور ان کے روشن مستقبل کے متمنی۔طلبا بھی صاف ستھرے لباس،انڈر گریجویٹ کالا گاؤن پہنے ہوئے اور سر پر کالی جناح کیپ رکھے ہوئے ایک حسین نظارہ پیش کرتے تھے۔نہ شور نہ جھگڑا نہ احتجاج اور نہ سٹرائیک۔کلاسوں کے علاوہ گراؤنڈ میں کھیلیں اور یونین ہال میں تقاریر اور debates اور دنیا جہان کے علم کے ماہرین اور شاعر اور اعلیٰ مقام رکھنے والے لوگ۔ہر ملنے والا دوسرے کو سلام میں پہل کرتا۔ہر طرف سلامتی کا ماحول تھا۔نہ کوئی سگریٹ پی رہا ہے نہ کوئی ہاتھا پائی کرتا نظر آتا ہے۔پرنسپل صاحب کا ہمیشہ مسکراتا ہوا چہرہ ایسا تھا کہ ان کے سب متوالے تھے اور ان کی زیارت کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔دل میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہوتی تھی۔جب سالانہ گیمز ہوتی تھیں تو یوں لگتا تھا سارے ملک کی بڑی بڑی ٹیمیں آ گئی ہیں۔

بھیرہ (جہاں سے اس عاجز نے میٹرک پاس کیا تھا) کا ماحول تقریباً نیم شہری ماحول تھا لیکن تعلیم کا معیار اچھا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور میٹرک میں اعلیٰ فرسٹ ڈویژن حاصل کی لیکن جب ربوہ کالج میں داخل ہوا تو شروع میں کیمسٹری اور فزکس اور باقی مضامین میں بھی کسی قدر دِقت محسوس کی۔اردو میڈیم سے یکدم انگلش میں مضامین کو سمجھنا قدرے مشکل ہوتا ہے چند ہی ماہ بعد دسمبر ٹیسٹ ہوا اور بمشکل کامیابی حاصل ہوئی۔اُس وقت دل میں خیال آیا کہ ارادہ تو انجینئر بننے کا لیکر آئے تھے لیکن بات مشکل لگ رہی ہے۔اگر نمبر نہ آئے تو کیسے داخلہ ملے گا۔چنانچہ محنت اور دعا شروع کر دی۔۱۵/اپریل ۱۹۶۱ء سے فرسٹ ایئر کے امتحان شروع ہو گئے۔یکم اپریل سے ۱۴/اپریل تک امتحان کی تیاری کی چھٹیاں مل گئیں۔یہ دو ہفتے خوب محنت میں گزرے۔امتحان تسلی بخش ہو گیا۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کے پاس اکثر طالب علم دعا کروانے جاتے تھے۔ہم بھی پانچ طالب علم اس عاجز کے بڑے بھائی پروفیسر ایم اے لطیف شاہد (جو اس وقت بی ایس سی کا امتحان دینے والے تھے) ایک احمدی دوست ملک مسعود احمد مرحوم (جو ایف ایس سی کا امتحان دے رہے تھے) ایک غیر احمدی دوست آفتاب احمد صاحب جو ایف اے کا امتحان دے رہے تھے) اور ایک غلام شبیر صاحب جو اس عاجز کے کلاس فیلو تھے اور غیر احمدی تھے۔حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ ہم کالج کی مختلف کلاسوں کے ہیں بعض کے امتحان ہو چکے ہیں۔بعض کے ہو رہے ہیں اور بی ایس سی کا ہونے والا ہے۔اور امتحانوں میں کامیابی کی دعا کے واسطے حاضر ہوئے ہیں۔حضرت مولوی راجیکی صاحبؓ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کروائی اور فرمایا ایک جگہ تیز روشنی نظر آئی ہے باقی بھی ٹھیک ہے صرف ایک جگہ تھوڑا سا اندھیرا ہے۔دُعا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔چنانچہ آہستہ آہستہ نتائج کا اعلان ہوتا گیا۔یہ عاجز فرسٹ ایئر میں کالج میں اوّل آیا۔باقی سب پاس ہو گئے۔آفتاب صاحب کی ایف اے میں انگلش کے مضمون میں کمپارٹمنٹ آ گئی اور وہ سپلیمنٹری امتحان میں دوبارہ اس مضمون کا پرچہ دے کر پاس ہو گئے یہ ساری برکتیں ظاہری طور پر ٹی آئی کالج کے ماحول کی اور باطنی طور پر حضرت مصلح موعودؓ کی دُعاؤں کے طفیل تھیں۔ہماری ایف ایس سی کی کلاس تیس بتیس طلباء پر مشتمل تھی اور بہت کم امید تھی کہ اتنا اچھا رزلٹ آئے گا لیکن جب ایف ایس سی کا امتحان ہوا تو اس عاجز سمیت سات کو ویسٹ پاکستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں داخلہ مل گیا۔الحمد للہ علی ذالک۔ایف ایس سی کے نمبروں کی ترتیب سے وہ طالب علم مندرجہ ذیل تھے:

(۱) سلطان محمود باجوہ صاحب (یہ احمدی نہیں تھے الیکٹریکل انجینئر بن کر ایئر فورس میں کمیشن لیا اور ایئر کموڈور کے منصب تک ترقی کی)

(۲) ملک لال خان صاحب (یہ ایف ایس سی کے آخر میں احمدی ہوئے اور بی ایس سی (سول) انجینئرنگ کر کے ۱۶۔۱۷ سال سنٹرل گورنمنٹ (ٹیلیفون،ٹیلیگراف) میں رہے اور ڈائریکٹر کی پوسٹ پر تھے جب ۱۹۸۷ء میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مشورہ سے کینیڈا ہجرت کی اور اب خدا کے فضل سے کینیڈا کے امیر جماعت احمدیہ کے طور پر بے لوث اور نمایاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں)

(۳) یہ عاجز محمود مجیب اصغر (بی ایس سی (سول) انجینئرنگ کر کے ۸ سال ایک یوگوسلاوین فرم انرگوانومٹ میں ۲ سال ایک پاکستانی کنسلٹنگ انجینئرنگ فرم میں اور پھر مسلسل ۲۷، ۲۸ سال Nespak میں سروس کی۔پانچ سال Nespak کی طرف سے ان کے سلطنت عمان کے پراجیکٹس پر بطور ریذیڈنٹ انجینئر بھی کام کیا اور ۶۰ سال کی عمر میں سروس پوری کر کے بطور جنرل منیجر ریٹائر ہوا۔خدا کے فضل سے سروس کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر خدمت دین کی بھی توفیق ملی۔یہ اللہ تعالیٰ کی

صفت رحمانیت کا عظیم جلوہ تھا کہ دوضلعوں میں بطور امیر ضلع خدمت کا موقع ملا اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انتخاب خلافت میں شامل ہوا۔ اور اراکین خلافت کمیٹی کے ساتھ حضور انور کی بیعت کی اور حضور انور نے شرف ملاقات ومعانقہ عطا فرمایا۔

(۴) عبدالسلام ارشد صاحب انہوں نے بھی بی ایس سی مکینکل انجینئرنگ کی بعد میں ایم ایس سی انجینئرنگ بھی کی۔ ملٹری انجینئرنگ سروسز میں چیف انجینئر ریٹائر ہوئے ۔ انہیں ذیلی تنظیموں میں بالخصوص خدام الاحمدیہ میں خدمت کی نمایاں توفیق ملی۔ جماعت کے Main نظام میں جہاں بھی رہے عاملہ کے رُکن رہے۔ اب لاہور میں ایک امریکی فرم کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے جنرل سیکرٹری ہیں۔

(۵) بشیر احمد خان طارق صاحب (انہوں نے بی ایس سی (سول) انجینئرنگ کی اور تھوڑا عرصہ سمال ڈیمز آرگنائزیشن میں سروس کرکے پاک فوج میں شارٹ سروس کمیشن لیا اور میجر تک گئے اور ریٹائرمنٹ لیکر اپنی construction firm بنالی اور کراچی میں رہائش اختیار کرلی۔ انہیں بڑی اہم خدمت کی توفیق ملی ہے۔ Man of God میں جس فوجی افسر کا ذکر ہے جس کے ساتھ سفید کار میں بیٹھ کر حضور جہاز تک گئے تھے وہ میجر (ر) بشیر احمد خان طارق ہی ہیں۔ بڑی خاموشی سے اہم اور نمایاں خدمات دین کی توفیق پاتے ہیں۔

(۶) کریم احمد طاہر صاحب۔ انہوں نے بی ایس سی مائیننگ انجینئرنگ کی اور پاکستان میں Mineral Dept میں کچھ عرصہ کام کرکے لیبیا تشریف لے گئے جہاں بطور امیر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ پھر کینیڈا چلے گئے۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کی شادی خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ہوئی جنہیں کینیڈا میں بطور صدر لجنہ اماء اللہ خدمت کی توفیق ملی ہے۔ کریم احمد طاہر صاحب ہمارے انجینئرنگ یونیورسٹی میں امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے۔

(۷) محمد افضل مبشر صاحب۔ یہ بہت اچھے کھلاڑی اور Debater تھے۔ ایف ایس سی کے بعد یہ فوج کی Civilian Scholar Scheme میں آ گئے تھے جنہیں فوج اپنے خرچ پر پڑھا کر PMA کے بعد Captain بنا دیتی ہے لیکن بوجوہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ سنا ہے بعد میں بی اے ایل ایل بی کیا اور اب وفات پا چکے ہیں۔

اس زمانہ کے پاکیزہ ماحول کے باعث وہ صحابہ مسیح موعودؑ بھی تھے اور مبلغین سلسلہ جو گاہے بگاہے کالج میں حضرت پرنسپل صاحب کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس عاجز نے حضرت ولی اللہ شاہ صاحب (صحابی) اور خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو تو اپنی آنکھوں سے وہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔

ایک مرتبہ ایک انگریزی سُوٹ میں ملبوس نکٹائی لگائے ہوئے، ٹھوڑی پر چھوٹی سی داڑھی، سر پر جناح کیپ نہایت خوبصورت نوجوان کو دیکھا جو حضرت پرنسپل صاحب سے بڑی محبت اور ادب سے بات کرتے تھے۔ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ہیں جو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں اور کچھ عرصہ پہلے انگلستان سے پڑھ کر واپس آئے ہیں۔

ہمیں جن پروفیسروں نے ایف ایس سی میں پڑھایا ان کی شخصیتوں کا اثر دل پر اب تک قائم ہے۔ ہمیں انگلش، پروفیسر چودھری محمد شریف خالد صاحب اور پروفیسر چودھری حمید احمد صاحب نے پڑھائی۔ کیمسٹری پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب اور پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب نے پڑھائی۔ فزکس کا مضمون پروفیسر نصیر احمد خان صاحب (جنہوں نے بعد میں پی ایچ ڈی کی اور ایم ایس سی کی کلاسیں جاری کیں) اور پروفیسر قریشی محمد اسلم صاحب نے پڑھایا۔ ریاضی پروفیسر محمد ابراہیم ناصر صاحب اور پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب نے پڑھائی اور عربی آپشنل پروفیسر چودھری سلطان اکبر صاحب نے پڑھائی۔ کالج کی ایڈمنسٹریشن پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب اور پروفیسر چودھری حمیداللہ صاحب کے پاس تھی۔ حضرت پرنسپل صاحب کی غیر موجودگی میں وائس پرنسپل پروفیسر میاں عطا الرحمن صاحب بھیروی قائمقام پرنسپل ہوتے تھے۔ چنانچہ خاکسار کے داخلہ کے وقت بھی انہوں نے ہی انٹرویو لیا اور سرپرست کے طور پر خاکسار کے بڑے بھائی ایم اے لطیف شاہد صاحب ساتھ تھے جو اُس وقت بی ایس سی کے طالب علم تھے اور پرویژنل سرٹیفکیٹ پر یعنی جہاں عطاء الرحمن صاحب ایکٹنگ پرنسپل کے دستخط ہیں جس پر انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ ملا تھا۔ جنید ہاشمی صاحب بڑے ہردلعزیز تھے اور پرنسپل صاحب کے دفتر کے افسر اعلیٰ اور کرتا دھرتا تھے۔

کالج میں صفائی کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا گو سادگی تھی لیکن ایسا صفائی کا معیار کہیں اور نظر نہیں آیا۔ ہوسٹل میں عاجز کو رہنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ ہمارے والد مرحوم میاں فضل الرحمن بسمل صاحب بی اے بی ٹی سابق امیر جماعت بھیرہ و پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ نے دارالرحمت شرقی میں دس مرلے کا گھر اسی نیت سے بنوایا تھا کہ ان کے بچے کالج تعلیم کے دوران اور سارا گھرانہ ان کی ریٹائرمنٹ کے بعد وہاں رہے گا۔ کئی دوستوں کے پاس ہوسٹل میں جانا پڑتا تھا۔ وہاں بھی صفائی کا معیار بہت اچھا تھا۔ باقاعدہ صفائی کا مقابلہ ہوتا تھا۔

نمازوں کی پابندی اور سلام کا رواج اور سگریٹ نوشی کی ممانعت عام تھی اور خدام خدمت خلق کے جذبہ سے لبریز نظر آتے تھے۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا کے پرنسپل عبدالعلی خان کو کئی بار اُن دنوں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پاس آتے جاتے دیکھا۔ بعد میں یہ صاحب پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور سیکرٹری تعلیم حکومت پاکستان کے عہدوں پر فائز ہوئے۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پروفیسروں کے ساتھ تعلق ساری عمر پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک بار ربوہ ریلوے سٹیشن پر ڈاکٹر نصیر خان صاحب سے عملی زندگی میں ملاقات ہوئی۔ انہیں معلوم ہوا کہ واپڈا پراجیکٹس پر یہ عاجز کام کررہا ہے چنانچہ انہوں نے ۱۹۷۶ میں Power Generation In Pakistan پر اس عاجز سے ایم ایس سی کی کلاس کو لیکچر دلوایا اور اپنے دفتر میں ان ظالمانہ احکامات پر مشتمل Corespondence بھی دکھائی جب انہیں تعصب کی بناء پر انٹرمیڈیٹ کالج قائد آباد میں ٹرانسفر کیا جارہا تھا اور اُن کی جگہ ایک ایسے پروفیسر کو لایا جارہا تھا جنہوں نے ایف ایس سی سے اوپر کبھی پڑھایا ہی نہیں تھا۔ جس پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے پاکستان کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو خط لکھ کر ٹرانسفر کو یہ کہہ کر رُکوایا تھا کہ تم بے شک جماعت کی مخالفت کرو لیکن یاد رہے کہ ٹی آئی کالج ربوہ میں تقریباً 40-50 فیصد غیر احمدی طلباء پڑھتے ہیں اس لئے ان سے تو دشمنی نہ کرو۔ وہ تو تمہارے لوگ ہیں۔ جب ایم ایس سی فزکس کی کلاسیں ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب نے شروع کیں تو پنجاب یونیورسٹی میں پہلی دس پوزیشنوں میں سے ایک دو طالب علم تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہوتے تھے اور ایک بار تو پوری پنجاب یونیورسٹی میں ٹی آئی کالج کا طالب علم ایم ایس سی فزکس میں اوّل آیا تھا۔

جس محنت، خلوص اور جذبہ کے ساتھ ربوہ کالج کی عمارت تعمیر کروائی تھی اور جس طرح جسم اور روح کو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے کالج کے لئے وقف کر رکھا تھا اس کے قومیائے جانے کے بعد آپؒ کی طبیعت پر اس کا گہرا اثر تھا۔ چنانچہ خلافت کے دوران ایک مرتبہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ کو جب حضورؒ نے ان انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کو قصر خلافت میں دعوت پر بلایا جو قصر خلافت اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی تعمیر کے دوران نگرانی کیلئے یا تو وقف عارضی کے لئے منظور ہو چکے تھے یا ڈیوٹی دے چکے تھے اور جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا۔ کالج کی تعمیر کے مشکل مراحل کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ قومیائے جانے کے بعد ہمارے کالج کے ساتھ یہ سلوک ہوگا تو میں تعمیر کے دوران اس میں mine بچھا دیتا اور اسے Blast کر دیتا۔ گویا سخت تکلیف اور کرب کا اظہار تھا جو حضورؒ نے فرمایا۔ ان حالات میں ہم اپنے رنج والم کی فریاد اللہ ہی کے حضور کرتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کیونکہ اللہ کی رحمت سے کوئی مومن مایوس نہیں ہوتا۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح حضرت یعقوبؑ کی چالیس سالہ دُعاؤں سے انہیں حضرت یوسفؑ واپس ملے تھے ہمیں بھی تعلیم الاسلام کالج واپس مل جائے گا اور ربوہ کی پہلی سی رونقیں لوٹ آئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یادوں میں سے ایک آخری بات عرض کرکے اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کالج میں داخلے کے بعد حضرت پرنسپل صاحب نے نئے داخل ہونے والے طلباء کو ایک ویلکم ایڈریس میں جس میں کالج کی ساری کلاسیں شامل ہوتی تھیں نہایت قیمتی نصائح فرمائی تھیں اور فرمایا تھا کہ زندگی میں ترقی کرنے کا یہی راز ہے۔ فرمایا یہ وہ تین چیزیں ہیں جن پر عمل کرکے انسان ترقی کرسکتا ہے:

۱۔ محنت۔ ۲۔ دُعا۔ ۳۔ کسی سے حسد نہ کرنا۔ حسد کرنے سے حافظہ کمزور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان قیمتی اور مختصر نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قصہ کالج کے ID کارڈ کا

(محمد شریف خان) قسط ہفتم

اللہ تعالیٰ نے امامِ وقتؑ کی برکت سے تعلیم الاسلام کالج کے طلبہ کو قابل اور دعا گو اساتذہ کی رہنمائی میں قادیان اور ربوہ کے پاکیزہ اسلامی ماحول میں پھولنے پھلنے کا نادر موقع عطا فرمایا۔ سالہا سال بیت گئے مگر اس احمدی پرداخت کی چھاپ کالج کے طلبہ میں اب تک قائم دائم ہے اور یہی ہمارا آئی ڈی ہے۔

حضرت مولنا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ نے 1903 میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے پاکیزہ ماحول کا ذکر یوں فرمایا تھا:

''ہمارے مدرسہ کے لڑکے خدا کے مسیح کو دیکھتے، آپ کی تقریروں کو سنتے اور آپ کے پاک نمونہ کو مشاہدہ کرتے ہیں...... ہر روز عصر کے بعد لڑکے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے درس قرآن مجید میں شامل ہونے کو عزت دیتے ہیں۔ یہ بھی ایسی نعمت ہے کہ کوئی ملک اور شہر اس میں ہمارا شریک نہیں۔'' (اخبار الحکم 7 فروری 1903)

اسی رُود ِروحانی سے سیراب ہونے والے طلبہ کی تعلیم وتربیت کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات آپ کے قریب بیٹھ کر سننے کا موقع ملتا تھا۔ تمام دنیا کے مسائل کا آپ کے خطبات میں مختلف رنگ میں ذکر آتا چلا جاتا تھا۔ دین کا بھی ذکر ہوتا اور دنیا کا بھی، پھر ان کے باہمی تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔ سیاست جہاں مذہب سے ملتی ہے اور جہاں مذہب سے الگ ہوتی ہے غرضیکہ ان سب مسائل کا ذکر ہوتا تھا۔ چنانچہ قادیان میں یہی جمعہ تھا جس کے نتیجہ میں ہر کس و ناکس، ہر بڑے چھوٹے، ہر تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ کی ایک ایسی تربیت ہو رہی تھی جو بنیادی طور پر سب میں قدرِ مشترک تھی یعنی پڑھا لکھا یا ان پڑھ، امیر یا غریب اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں رکھتا تھا۔ **چنانچہ بہت سے احمدی طلبہ جب مقابلے کے مختلف امتحانات میں اپنی تعداد کی نسبت سے زیادہ کامیابی حاصل کرتے تھے تو بہت سے افسر ہمیشہ تعجب سے اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ احمدی طلباء میں کیا بات ہے کہ ان کا دماغ زیادہ روشن نظر آتا ہے، ان کو عام دنیا کا زیادہ علم ہے، ان کے اندر مختلف علوم کے درمیان ربط قائم کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے۔''**

(مشعلِ راہ جلد 3 صفحہ 353)

پھر بارہا سفر کرتے، بازار آتے جاتے اجنبی لوگوں میں گھومتے پھرتے اچانک اجنبیت مانوسیت میں تبدیل ہو جاتی ہے "جی! میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں" کے مانوس الفاظ جہاں کانوں میں رس گھول دیتے ہیں وہاں ذہن میں اپنی مشترکہ تاریخ کی جلترنگ بجا دیتے ہیں۔ یہ بھی ہمارا آئی ڈی کارڈ ہے!

کالج کے جن کلاس رومز میں علمی گتھیاں سلجھائی جاتیں، وہیں طلباء کے ذہن میں دین و دنیا سے متعلق پیدا ہونے والے مختلف سوالوں کے جواب سلسلے کے جیّد علماء اور وزٹنگ پروفیسرز (حضرت مولنا ارجمند خان صاحب، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب، حضرت مولانا ابوالعطا جالندھری صاحب، حضرت قاضی محمد نذیر لائلپوری صاحب، حضرت مولانا غلام احمد بدوملہوی صاحب، حضرت ملک محمد عبداللہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم) قرآن وسنت کی روشنی اور عام زندگی کے تناظر میں دیتے۔

چنانچہ اس ادارے سے صیقل ہو کر نکلنے والا ہر طالب علم اسلام کا نڈر سپاہی ہے جو اپنے آئی ڈی کارڈ کو بلند کئے ہوئے اسلام کی خدمت واشاعت کے جذبے سے پوری طرح لیس ہے۔ الحمدللہ۔

یہ بھی کوئی لطیفے ہیں؟

تعمیلِ ارشاد

اخبار کے ایڈیٹر نے ایک قصبے کے نامہ نگار کو جھاڑ پلائی کہ آپ جو بھی رپورٹیں بھیجتے ہیں ان میں نام اور مقامات گول کر جاتے ہیں! آئندہ اپنی ہر رپورٹ میں نام اور مقام ضرور لکھ کر بھجوائیں!

''جی سر! بہت بہتر!'' نامہ نگار نے پوری اطاعت گزاری سے جواب دیا۔

چنانچہ نامہ نگار کی طرف سے ایڈیٹر کو جو اگلی رپورٹ بھجوائی گئی وہ کچھ یوں تھی:

''گزشتہ رات مقامی زمیندار مسمّی ''ماجھے'' کا ڈیرہ آسمانی بجلی گرنے سے خاکستر ہو گیا۔ 3 بھینسیں جن کے نام ''بھُوری''، ''رانی'' اور ''وسائی'' تھے اس حادثے میں جل کر مر گئیں۔ ایک کتا بھی ہلاک ہوا جسے ''ڈبّو'' کہا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ 2 گدھے اور 8 مرغیاں بھی اس ناگہانی آفت سے ہلاک ہو گئیں، جن کے نام تاحال معلوم نہیں ہو سکے۔''

☆☆

شوہر کے انتخاب کی وجہ

ایک بوڑھے لکھ پتی شوہر کی نوجوان بیوی سے سوِل جج نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا خصوصیات دیکھ کر ان سے شادی کا فیصلہ کیا ہے؟

اس نوجوان بیوی نے جواب دیا: ایک تو ان کی ''اِنکم'' دوسرے ان کے ''دِن کم''

☆☆

واہ رے دُور اندیشی

استاد نے شاگرد سے پوچھا کہ تم ہمیشہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر ہی پڑھائی کیوں کرتے ہو؟ سر! اس کے تین فائدے ہیں۔ ایک تو سبق کی Revision ساتھ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اپنے اوپر بھی نظر رکھنے کا موقع مل جاتا ہے کہ پڑھائی میں مگن ہوں اور وقت ضائع نہیں کر رہا۔ جبکہ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ''کمبائنڈ سٹڈی'' بھی ہو جاتی ہے۔

☆☆

وہ پاگل شاید آپ ہی ہوں!

اردو کے امتحان میں محاوروں کو جملوں میں استعمال کرنے کا سوال بھی شامل تھا۔ چنانچہ ایک قابل اور ہونہار طالب علم نے ان محاوروں کو جس لیاقت اور قابلیت سے جملوں میں استعمال کیا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) پانچوں انگلیاں گھی میں ہونا: امی کی پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں، کیونکہ چمچہ نہیں مل رہا تھا اور پکوڑے تلنے کے لئے گھی نکالنا بہت ضروری تھا۔

(۲) کسی پر کیچڑ اچھالنا: میں نے پپّو کے گھر جا کر اس کی امی سے شکایت کی کہ آنٹی دیکھیں یہ مجھ پر کیچڑ اچھال کر بھاگ آیا ہے، آپ میرے کپڑے دیکھ لیں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔

(۳) بال بال قرضے میں جکڑے جانا: حامد کرزئی کا بال بال قرضے میں جکڑا گیا تھا، اسی لئے تو اُس نے بال کٹوا دئے اور اب خود دیکھ لیں کہ بالکل گنجا ہو چکا ہے۔

(۴) آسمان سے باتیں کرنا: ماسٹر صاحب! کل میں بازار سے سموسے خریدنے کے لئے نکلا تو میں نے کیا دیکھا کہ ہمارے محلے کا ایک پاگل شخص آسمان کی طرف منہ اٹھائے ہوئے آسمان سے باتیں کئے جا رہا تھا۔

ممتحن صاحب نے موصوف کے جوابات پڑھ کر ان کے پیپر پر لکھا! 0/4 وہ پاگل آپ ہی ہوں گے!

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

کیا ہم اکیلے ہیں؟

(آصف علی پرویز)

دوست: میں نے پچھلے دنوں خبروں میں سنا ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے Voyager1 نے شمسی نظام (Solar System) کو عبور کرلیا ہے اور یہ انسانی تاریخ میں ایک بہت بڑا سنگ میل ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی سمجھ نہیں آئی۔

آصف: آپ نے جو ریڈیو میں سنا، ٹیلیویژن پر دیکھا اور اخباروں میں پڑھا بالکل صحیح ہے۔ Voyager1 کو پانچ ستمبر 1977 میں ناسا نے مدار میں پھینکا تھا تاکہ بالآخر وہ شمسی نظام کو عبور کرلے اور اس کے بعد وہ اس سے بھی دور چلا جائے

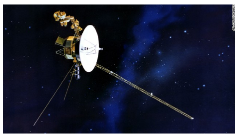

چونکہ Voyager1 شمسی نظام کو عبور کرچکا ہے۔ اسلئے انسانی تاریخ میں ایک انوکھا اور غیر معمولی تاریخی واقعہ ہے۔

دوست: اس میں کتنے خلاباز تھے؟

آصف: اس میں کوئی خلاباز نہیں تھا بلکہ اسے زمین سے ہی کنٹرول کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ شمسی نظام میں موجود سیاروں اور مختلف چاندوں کی تصاویر زمین پر بھیجے۔

دوست: واہ! یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے کہ ایک Space Probe سیاروں کی قریب کی تصاویر زمین پر بھیجے۔ اس کے علاوہ اس کا اور کیا مقصد تھا؟

آصف: تصاویر لینے کے علاوہ اس میں مختلف آلات بھی تھے تاکہ ان سیاروں کی مقناطیست، کشش ثقل اور مختلف ذروں کے بارے میں معلومات زمین کو بھیجی جائیں۔ اس کے علاوہ اس میں ایک سونے کی بنائی ہوئی ڈسک (Disc) بھی تھی۔

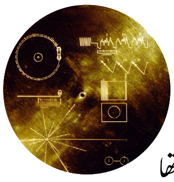

دوست: سونے کی Disc بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ بڑا خرچ آیا ہوگا۔

آصف: اس Disc پر بڑوں اور بچوں کی آوازیں مختلف زبانوں میں ریکارڈ کی گئیں تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ حسابی فارمولے بھی تھے اور ایک نقشہ بھی تھا کہ زمین کہاں واقع ہے۔

دوست: یہ سارا تکلف کیوں کیا گیا؟

آصف: ناسا کے سائنس دانوں کو امید تھی کہ ایک دن Voyager1 شمسی نظام کو عبور کرلے گا اور دوسرے سیاروں اور ستاروں کی طرف رواں دواں ہوگا۔ ان کو امید ہے کہ کسی دوسرے خلائی سیاروں میں بسی ہوئی مخلوق تک Voyager1 پہنچ جائے گا تو شاید وہ اس Disc سے زمینی پیغامات سن لیں گے اور یوں ہمارا رابطہ ان سے ہوجائے گا۔

دوست: (قہقہہ لگاتے ہوئے) یہ کیا آپ بے پر کی تو نہیں اُڑا رہے۔ آپ کو کیسے پتہ ہے کہ اس کائنات میں اور بھی کوئی مخلوق ہوسکتی ہے؟

آصف: یہ بات اب سائنسی طور پر مسلمہ ہے کہ صرف ہماری کہکشاں میں ہی اربوں سورج ہیں بلکہ ہر ستارہ سورج ہی ہے۔

دوست: میں نے تو سمجھا تھا کہ کائنات میں صرف ایک سورج ہے۔ باقی سورج کہاں ہیں؟

آصف: یہ امر واقعہ ہے کہ ہر ستارہ سورج ہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم نے اس قریبی ستارہ کا نام سورج رکھ دیا ہے۔ سورج اور ستاروں کی بنیادی صفت یہ ہے کہ وہاں ہر لحہ کھربوں کھرب ہائیڈروجن بم پھٹ رہے ہیں اور ان سے روشنی ہماری طرف فوٹون (Photon) ذروں کی صورت میں آرہی ہے جبکہ چاند محض سورج کی روشنی کو منعکس کرتے ہیں۔ گویا وہ آئینہ کی طرح ہیں۔ ان کی اپنی کوئی روشنی نہیں۔

دوست: چلیے سورج تو ہوگئے پھر؟

آصف: سائنس دانوں نے اس وقت تک ہزاروں بلکہ شاید اس سے بڑھ کر سیارے دریافت کئے ہیں جو ان سورجوں یعنی ستاروں کے گرد گھوم رہے ہیں۔

دوست: کیا سائنسدانوں کو بھی کوئی ایسا سیارہ مل گیا ہے جو ہماری زمین کی طرح ہو۔

آصف: نہیں ابھی تک تو نہیں لیکن غالب امکان ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی ایسا سیارہ ضرور ہوگا جو ہماری زمین کی طرح اپنے سورج سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ نہ تو وہ سخت گرم ہو اور نہ سخت سرد ہو اور پھر اس پر پانی اور دوسرے کیمیاوی اجزاء بھی ہوں جن سے بالآخر مخلوق پیدا ہوسکے۔ جیسے خدا تعالیٰ کی تقدیر کے تحت اس زمین پر ہماری تخلیق کی گئی ہے۔

دوست: مجھے تو آپ کی بات تیر تکا ہی لگتی ہے۔ کوئی اور دلیل بھی دیں!

آصف: ہمارے لئے تو سب سے بڑی دلیل قرآن شریف کی ہی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ خالق کائنات کا کلام ہے۔

دوست: یقیناً یقیناً۔

آصف: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِیۡہِمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ ؕ وَہُوَ عَلٰی جَمۡعِہِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ ۝ (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ: اور اس کے نشانات میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے۔ اور جو اس نے ان دونوں میں چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا دیئے اور وہ انہیں اکٹھا کرنے پر جب وہ چاہے گا خوب قادر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سورۃ شوریٰ کے تعارف میں صفحہ ۸۶۰ پر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد آیت نمبر ۳۰ ایک حیرت انگیز انکشاف کررہی ہے جس کا تصور بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے کسی زمینی انسان کو نہیں ہوسکتا تھا۔ اُس زمانہ میں تو آسمان کو پلاسٹک کی قسم کی سات تہوں پر مشتمل سمجھا جاتا تھا جس میں چاند ستارے اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح کپڑوں پر نگینے ٹانکے جاتے ہیں۔ کون کہہ سکتا تھا کہ زمین کی طرح وہاں بھی چلنے پھرنے والی مخلوق موجود ہے۔ نہ صرف آسمانوں میں ایسی مخلوق کی حتمی طور پر خبر دی گئی بلکہ جمع کے مفہوم کو یہ فرما کر آسمانوں تک بلند کردیا گیا کہ زمینی مخلوق اور یہ آسمان پر بسنے والی مخلوق ایک دن ضرور جمع کردی جائے گی۔ یہ جمع جسمانی ہوگا یا مواصلاتی۔ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے مگر آج سائنس دان اس جدوجہد میں ہیں کہ کسی طرح ان کا آسمان پر بسنے والی مخلوق کے ساتھ رابطہ ہوجائے گو یا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ زمین کے علاوہ اور اجرام فلکی پر بھی چلنے پھرنے والی مخلوق موجود ہوگی۔"

دوست: اب تو مجھے یقین کامل ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور اور مخلوق بھی اس کائنات میں پیدا فرمائی ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر رہنے والی انسانی مخلوق اکیلی نہیں ہے۔

ہاں! تو آپ نے شروع میں بتایا تھا کہ Voyager1 نے دوسرے سیاروں کی تصاویر بھی بھیجی تھیں اس کا کیا بنا! مثلاً ایک سیارہ Jupiter ہے جو گیسوں پر مشتمل ہے اس میں کیا خاص بات دیکھی؟

آصف: voyager1 نے اس سیارے کی جنوری 1979 میں تصاویر قریب سے کھینچیں۔ اس میں خاص طور پر ایک حصہ Red Spot یعنی سرخ دھبا کہلاتا ہے۔ اس حصے کی تصویر کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ یہ طوفان تقریباً 400 میل فی گھنٹہ سے پچھلے کئی سو سالوں سے جاری ہے۔ یہ رفتار اتنی زیادہ ہے کہ اگر اس رفتار کا طوفان دنیا پر آجائے تو شاید تمام کی تمام بڑی بڑی بلڈنگیں ہوا کے زور سے اُڑ جائیں۔ اس طوفان کا سائز زمین سے بھی بڑا ہے۔

دوست: میں نے سنا ہے کہ Jopitor کے گرد کئی چاند ہیں۔ کیا اس نے ان کی بھی تصاویر لیں؟

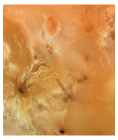

آصف: بے شک لیں۔ اس میں سے دو چاند قابل ذکر ہیں۔ ایک کا نام Lo ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس پر بے شمار آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہے ہیں جبکہ ہمارے چاند میں اب کوئی آتش فشاں پہاڑ نہیں پھٹ رہے۔

دوسرا قابل ذکر چاند یوروپا Europa ہے جس میں 70 میل گہری برف ہے اور اس کے نیچے پانی کا سمندر ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اس پانی میں شاید مچھلیوں جیسی مخلوق موجود ہوسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دوست: اور کون سا مشہور سیارہ ہے جس کی اس نے تصاویر بھیجیں۔

آصف: ایک اور اہم سیارہ Saturn ہے جس کی اس نے نہایت صاف تصاویر نومبر 1980 میں زمین پر بھیجیں۔ اگرچہ سائنس دانوں کو پہلے سے ہی اندازہ تھا کہ اس سیارے کے

گرد چھلے (Rings) ہیں۔ لیکن ان تصاویر کے تجزیے سے پتہ چلا کہ بڑے چھلے دراصل کئی چھوٹے چھوٹے چھلوں پر مشتمل ہیں اور ان چھلوں میں پتھر اور برف کے ٹکڑے گھوم رہے ہیں۔

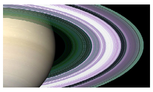

دوست: اس کے علاوہ Voyager1 نے اور کیا دریافت کیا؟

آصف: Voyager1 پر ایسے آلات لگے ہوئے تھے جن کی مدد سے سورج سے آنے والی شعاؤں، جسے Solar Wind یعنی ''سورج کی ہوا'' کا نام دیا گیا ہے، کو ماپنے کا کام کیا گیا۔ جوں جوں یہ سورج سے دور ہوتا گیا۔ Solarwind کی مقدار میں نسبتاً کمی ہوتی گئی۔

دوست: یہ Solar wind کیا ہے؟

آصف: جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ سورج کی روشنی کی وجہ وہاں پر پھٹنے والے ہائیڈروجن بم ہیں جن کی وجہ سے نہایت ہی خطرناک شعاعیں پیدا ہوتی ہیں جو مختلف ذرات جیسے بیٹا شعاعیں یعنی الیکٹران (Beta rays)، گیما شعاعیں (Gamma rays) اور نیوٹرنو (Neutrino) ذرات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اگر انسان پر زیادہ عرصہ یہ شعاعیں پڑتی رہیں تو وہ کینسر جیسے موذی مرض کا شکار ہو کر مرسکتا ہے۔

دوست: تو پھر یہ بتائیں کہ انسان کیونکر زمین پر ان سے محفوظ رہتا ہے؟

آصف: اللہ تعالیٰ نے زمین کے اُوپر ایک مقناطیسی چھتری لگائی ہوئی ہے چنانچہ جب یہ شعاعیں اس نظر نہ آنے والی مقناطیسی چھتری پر پڑتی ہیں تو وہ اسے زمین پر آنے سے روک دیتی ہیں۔ تاہم قطب شمالی وقطب جنوبی پر یہ شعاعیں فضا سے ٹکرا کر مختلف رنگوں کی روشنی پیدا کرتی ہیں جسے Aurora کہا جاتا ہے۔

دوست: سائنسدانوں کو کیسے پتہ چلا کہ Voyager1 ہماری شمسی نظام سے باہر چلا گیا ہے۔

آصف: ایک تو حسابی طریق ہے کہ اگر ہم رفتار کو وقت سے ضرب دیں تو ہم فاصلہ معلوم کر سکتے ہیں۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اس کی رفتار کیا ہے؟

دوست: صحیح اندازہ تو نہیں لیکن یہی کوئی پانچ چھ سو میل فی گھنٹہ تو ضرور ہوگی۔

آصف: اس کی رفتار 38000 میل فی گھنٹہ ہے۔

دوست: یہ تو پھر بڑے زور سے اُڑ رہا ہے۔ ضرور اس میں کوئی بڑے بڑے انجن ہوں گے۔

آصف: نہیں اس میں کوئی بڑے انجن نہیں ہیں بلکہ یہ کشش ثقل سے طاقت لیتا ہے مثلاً جب یہ Jupiter کے مدار پر پہنچا تو پہلے تو اس کے گرد گھومتا رہا اور پھر یہ اس زاویے پر آیا کہ گھومنے کی بجائے Jupiter کی کشش ثقل نے اسے اپنے مدار سے باہر پھینک دیا۔

دوست: کیا یہ پھر اسی طرح ہی نہ ہوا کہ جیسے کسان ایک پتھر کو ایک کپڑے میں ڈال کر زور سے گھماتے ہیں اور پھر ایک دم کپڑے کا ایک سرا چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ پتھر دور تک فصلوں میں جاتا ہے اور چڑیوں اور کووں کو جو فصل کو کھا رہی ہوتی ہیں اڑا دیتا ہے۔

آصف: ماشاءاللہ کیا سادہ سی مثال سے آپ نے ایک سائنسی اصول بیان کر دیا ہے۔

دوست: جب یہ سورج سے دور چلا گیا تو پھر Solar Wind تو بالکل ختم ہوگئی ہوگی۔

آصف: نہیں ایسا نہیں ہوا بلکہ کچھ عرصے کے بعد Solar Wind جسے ہم کاسمک شعاعیں (Cosmic Rays) بھی کہتے ہیں کی مقدار میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔

دوست: یہ تو حیران کن بات نہیں! ضرور وہ کسی اور ''سورج'' کے قریب پہنچ رہا ہوگا۔

آصف: یہ بات اس طرح نہیں۔ کائنات میں یہ ایک معمول کی بات ہے کہ اگر ہمارے سورج سے کوئی 20 گنا بڑا ستارہ جب اپنی طبعی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو ایک بڑے دھماکے سے پھٹتا ہے جسے Super Nova کہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں بے شمار طاقت Cosmic rays اور دوسرے ذرات کے طور پر خارج ہوتی ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اس کے نتیجہ میں سارا کہکشاں (Galaxy) روشن ہوجاتی ہے۔ اگر اتنا بڑا ستارہ زمین سے کھربوں میل کی دوری پر بھی پھٹے تو زمین پر زندگی بالکل ختم ہوجائے۔

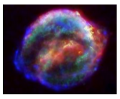

دوست: اللہ ایسے Super Nova سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آصف: گھبرایئے نہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق زمین سے کھربوں میل کی دوری پر بھی کوئی اتنا بڑا ستارہ نہیں جو Super Nova کے طور پر پھٹے۔ اس لئے آپ کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اطمینان کی نیند سویئے!

دوست: اب یہ Voyager1 کہاں جا رہی ہے اور کب تک جاتی رہے گی؟

آصف: اب یہ اس جگہ جا رہی ہے جو ستاروں کے درمیان Interstellar Space کہلاتی ہے۔ یہ اس وقت تک اڑتی رہے گی کہ یا تو اس کو کوئی بڑا پتھر لگ جائے کیونکہ یہ اب ایسی جگہ جا رہی ہے جہاں پر بڑے اور چھوٹے پتھر اور برف کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں۔ اسے Kuiper Belt کہتے ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی خلائی مخلوق اسے پکڑ لے اور اگر ایسا ہو تو شاید اس کو سونے کی Disc سے زمین اور یہاں کے رہنے والوں کا پتہ چل سکے۔

دوست: اسوقت یہ زمین سے کتنی دور ہے؟

آصف: اس وقت یہ زمین سے تقریباً گیارہ کھرب میل (11 Billion Miles) دور ہے۔ روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے جو پیغام اسے بھیجا جاتا ہے اسے آنے جانے میں ۳۴ گھنٹے لگتے ہیں۔

دوست: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی ذہانت بخشی کہ اس نے ایسی مشین بنائی۔ اس سے تو مجھے کچھ اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ کائنات کتنی وسیع ہوگی۔

آصف: کائنات کا ذکر تو ہم بعد میں آنے والی نشستوں میں بڑی تفصیل سے کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کو اپنی ہستی کے ثبوت پر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ اور جب میں وہ باتیں بیان کردوں گا تو دل بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گائے گا۔ انشاءاللہ۔

ایڈیٹر کے نام خط

جناب ایڈیٹر صاحب المنار یو کے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تازہ شمارہ میں عزیزم آصف علی پرویز نے فزکس کے معاملہ میں ناحق ہمیں گھسیٹ لیا ہے اور ہمیں ازراہِ کرم antimatter کا لقب عطا فرمایا ہے۔ میاں یہ کیا بلا ہوتی ہے؟ ہم نے تو کبھی کسی matter یعنی "معاملہ" میں anti ہونے کی کوشش ہی نہیں کی۔ پریشان ہو کر لغت دیکھی تو اس میں antimatter کے معنی لکھے ہیں "ضدِ مادہ"، "ضدِ ذرات پر مشتمل مادہ"۔ ضدِ "مادہ" کی تو سمجھ آگئی کہ "نر" کو کہتے ہیں۔ "ضدِ ذرات پر مشتمل مادہ" تو کوئی بہت مشکل قسم کی "مادہ" لگتی ہے۔ اس ارذل العمر میں کیوں ہمیں ایسی "مادہ" سے ڈراتے ہو؟

استاذی المحترم میاں محمد ابراہیم صاحب مرحوم کی ایک بات یاد آرہی ہے۔ کالج یونین میں عزیزم مولانا عطاء المجیب راشد یونین کے صدر تھے اور میں یونین کا عارضی طور پر نگران تھا۔ ہم نے میاں صاحب کو انگریزی کے ایک مباحثہ میں جج کے طور پر پہلی بار کالج میں بلایا۔ مباحثہ کے بعد سٹاف روم میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ میاں صاحب نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا "میاں میں تم دونوں سے بہت خوش ہوں کہ تم نے اپنے سکول کے استاد کو کالج میں آنے کی زحمت دی ہے آخر میں ربوہ والوں کیلئے Mother of English کی حیثیت رکھتا ہوں"۔ میں نے کہا "جی بجا فرمایا اس عمر کو پہنچ کر آدمی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ وہ mother ہے یا father ہے"۔ ایک قہقہہ بلند ہوا اور سب سے بلند قہقہہ خود میاں صاحب کا تھا۔ حسبِ عادت نہایت محبت سے فرمایا "بدتمیز! تم چٹکلوں سے باز نہیں آتے"۔ آصف! میرے قہقہے کی آواز سُن رہے ہو نا؟

والسلام خاکسار

پرویز پروازی۔ ٹورنٹو، کینیڈا